جب ان کی اس شر پسندانہ روش کے خلاف کوئی آواز اٹھاتا ہے تو ہمدردی حاصل کے لیے اظہارِ آزادیِ رائے کو آڑ بنا کر مسلمانوں کے رویے کو نشانہ بناتے ہیں۔ وہ ناموس رسالتؐ کے حق میں مسلمانوں کے ردعمل کو 'جمہوریت کے لیے خطرناک' بتاتے ہیں، مگر یہی نام نہاد دانش ور، ادیب، مصنفین اور ٹی وی اینکر اپنے ملک کے اندر آزادیِ اظہارِ رائے کا گلا گھونٹے جانے کے متعدد واقعات پر چپ سادھ لیتے ہیں۔ گویا انھیں سانپ سونگھ گیا ہے۔ مثال کے طور پر گذشتہ چند ماہ کے دوران پورے بھارت میں انسانی حقوق کے کارکنوں کے گھروں پر چھاپے مار کر ان کو حراست میں لیا گیا تو اس ظلم کو یہ حق بجانب ٹھیراتے ہوئے کہتے ہیں: ''یہ ملکی سلامتی کا معاملہ ہے، کیوں کہ یہ افراد دلتوں، قبائلیوں اور مسلمانوں کے حق میں آواز بلند کر رہے تھے''۔

چار سال نتیشا جین، پرینکا بورپوجاری اور ستین باردولائی کو جب چھتیس گڑھ (دانتے واڑہ) میں گرفتار کیا گیا تو حریت فکر کے ان گروؤں میں سے کسی کے کانوں پر جوں تک نہ رینگی۔ یاد رہے کہ یہ صحافی قبائلیوں پر ہونے والے مظالم اور نکسلایٹ[1] اور نکسل مخالف کارروائیوں کا جائزہ لینے گئے تھے۔ اظہارِ رائے کی آزادی کے یہ علَم بردار اس وقت بھی خاموش رہے، جب ۲۰۱۰ء میں امریکی دانش ور پروفیسر رچرڈ شاپیرو کو بھارتی حکومت نے کوئی وجہ بتائے بغیر ویزا دینے سے انکار کر دیا۔ ۲۰۱۰ء میں ہی جب مشہور براڈ کاسٹر ڈیوڈ براسمیان اپنی پیشہ ورانہ ذمہ داریوں کے سلسلے میں بھارت پہنچے تو حکومت نے انھیں نئی دہلی کے ہوائی اڈے سے ہی واپس لوٹا دیا۔ بھارتی زیرانتظام جموں و کشمیر جانے کے لیے تو اب بھارتی وزارت خارجہ نے غیر ملکی نامہ نگاروں کے داخلے پر ہی پابندی عائد کر دی ہے۔

حقوقِ انسانی کے مشہور بھارتی کارکن گوتم نولکھا، جن کے گھر پر یلغار کر کے ان کو حراست میں لیا گیا، اس سے قبل وہ ۲۰۱۱ء میں بھی عتاب کا نشانہ بنے تھے۔ جب وہ اپنی اہلیہ کے ساتھ چھٹیاں منانے گلمرگ جانا چاہ رہے تھے تو سری نگر ہوائی اڈے پر انھیں رات بھر حراست میں رکھنے کے بعد دہلی لوٹنے کے لیے مجبور کر دیا گیا۔ ۲۰۱۵ء میں بھارت میں تامل زبان کے ناول نگار

---

[1] مراد ہے: کمیونسٹ گوریلوں کی وہ مسلح تحریک، جو بھارتی بنگال اور منسلک علاقوں کو بھارت سے الگ کر کے ایک ریاست بنانے کے لیے جدوجہد کر رہی ہے۔ ادارہ

ر پر ول موروگن کے ناول پر پابندی لگادی گئی۔ ان کے ناول کے انگریزی ترجمے پر اس وجہ سے پابندی لگادی گئی ہے کہ اس میں موروگن نے ہندو مذہب کی قدیم رسم 'نیوگ' پر نکتہ چینی کی ہے۔ 'نیوگ رسم' کے مطابق کوئی بے اولاد عورت، بچے کی طلب کو پورا کرنے کے لیے کسی غیر مرد یا پنڈت سے جنسی تعلقات قائم کرتی تھی اور اس قبیح رسم کو قدیم بھارتی معاشرے میں قبولیت حاصل تھی۔ موروگن نے اس ناول میں ذات پات پر مبنی طبقاتی کش مکش اور ظلم اور معاشرے کی برائیوں پر نکتہ چینی کی ہے، جس سے ایک خاندان بکھر جاتا ہے اور ان کی اَزدواجی زندگی تباہ ہوجاتی ہے۔ ناول نگار موروگن پر اتنی نکتہ چینی ہوئی کہ ان سے نہ صرف آیندہ قلم نہ اُٹھانے کی قسم لی، بلکہ ناول کے ناشرین کو اس کی تمام کتابیں جلانے کے لیے کہا گیا۔

یہ تو صرف چند واقعات ہیں جن کا ذکر برسبیل تذکرہ آ گیا ہے ورنہ بھارت میں ایسے واقعات کی گنتی مشکل ہے۔

اظہار رائے کی آزادی کا سب سے بڑا علَم بردار یورپ بھی اس معاملے میں پیچھے نہیں ہے، اور اس کی سب سے واضح مثال ہولوکاسٹ ہے۔ یہودیوں کے خلاف کوئی بات لکھنا یا ان کی مخالفت کرنا یا ہولوکاسٹ کو مفروضہ قرار دینا انتہائی سنگین جرم سمجھا جاتا ہے۔ یورپی یونین نے تو اپنے رکن ملکوں کے لیے باضابطہ ایک ہدایت نامہ جاری کیا ہے کہ: 'ہولوکاسٹ کو غلط قرار دینے والے ادیبوں یا مصنّفین کو سخت سے سخت سزا دی جائے۔ جس میں ایک سے تین سال قید بامشقت کی سزا بھی شامل ہے'۔ ۲۰۰۳ء میں اس حکم نامے میں ایک اضافی پروٹوکول شامل کیا گیا، جس میں ہولوکاسٹ کے خلاف انٹرنیٹ پر بھی کچھ لکھنا قابل گردن زدنی جرم قرار پایا ہے۔ جن ملکوں میں ہولوکاسٹ کے خلاف کچھ بھی لکھنا انتہائی سنگین جرم سمجھا جاتا ہے ان میں آسٹریا، ہنگری، رومانیہ اور جرمنی شامل ہیں۔

حالاں کہ المیہ یہ ہے کہ یہی ممالک یہودیوں کے خلاف کارروائیوں میں آگے آگے رہے تھے۔ ۱۹۹۸ء سے لے کر ۲۰۱۵ء یعنی ۱۷ برسوں میں تقریباً ۱۸ ادیبوں اور مصنّفین کو اظہارِ رائے کی آزادی کے علَم برداروں ہی کے عتاب کا شکار ہونا پڑا ہے۔ اس کی ایک فہرست یہاں دی جارہی ہے: ● جین میری لی پین، فرانس/ جرمنی، جرمانہ، فروری ۱۹۹۸ء ● راجر گراوڈی، فرانس، ۲ لاکھ ۴۰ ہزار فرانک جرمانہ، جولائی ۱۹۹۸ء ● یورگن گراف، سوئٹزرلینڈ، ۱۵ ماہ قید، جولائی ۱۹۹۸ء

● گیرہارڈ فوسٹر، سوئٹزرلینڈ، بارہ ماہ قید، مئی ۱۹۹۹ء ● جین پلانٹین، فرانس، چھے ماہ قید، جرمانہ، اپریل ۲۰۰۰ء ● گیسٹن ارمانڈ، سوئٹزر لینڈ، ایک سال قید، فروری ۲۰۰۶ء ● ڈیوڈ اروِنگ، آسٹریا، ایک سال قید، مارچ ۲۰۰۶ء ● جرمار روڈولف، جرمنی، ڈھائی سال قید، اکتوبر ۲۰۰۶ء ● رابرٹ فائریسن، فرانس، ۷۵۰۰ یورو جرمانہ، تین ماہ نظر بند، فروری ۲۰۰۷ء ● ارنسٹ زیونڈل، جرمنی، پانچ سال قید، جنوری ۲۰۰۸ء ● وولف گینگ فروہلچ، آسٹریا، چھے سال قید، جنوری ۲۰۰۸ء ● سلویا اسٹالس، جرمنی، ساڑھے تین سال قید، مارچ ۲۰۰۹ء ● ہوسٹ مہلر، جرمنی، پانچ سال قید، اکتوبر ۲۰۰۹ء ● ڈیرک زمرمین، جرمنی، نو ماہ قید، اکتوبر ۲۰۰۹ء ● رچرڈ ولیمسن، جرمنی، ۱۲ ہزار یورو جرمانہ، جنوری ۲۰۱۳ء ● جیورگے ناگے، ہنگری، ۱۸ ماہ قید، فروری ۲۰۱۵ء ● وینسنٹ رینورڈ، فرانس، دوسال قید، نومبر ۲۰۱۵ء ● ارسولا ہینر بیک جرمنی، دس ماہ قید۔

خیال رہے آزادیِ اظہار کے حق کے تعلق سے زیادہ دیر تک تعصب اور منافرت اور دہرے معیار کی عینک نہیں لگائی جاسکتی۔

سب سے اوّل میڈیا کی آزادی کے حدود کا تعین کرنا لازمی امر ہے۔ صحافت کو محض اسلام کی تضحیک سے یا مسلم مخالف جنون کو مزید ہوا دینے کے لیے استعمال نہیں کیا جاسکتا۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ عالمی سطح پر بقائے باہم، کشادہ ذہنی اور مذہبی رواداری اور ایک دوسرے کے تئیں احترام کے جذبے کو فروغ دیا جائے۔ تاہم، اس کے ساتھ بڑی ذمہ داری خود مسلمانوں پر عائد ہوتی ہے، جنھوں نے اسلام کے سماجی، معاشی، نیز افکار و نظریات کے انقلاب کو عام کرنے کے بجاے اس کو مسلکوں کے کوزے میں بند کر کے رکھ دیا ہے۔ مزید یہ کہ ابلاغ و اشاعت کے ذرائع کا بہترین استعمال کرنے کے بجاے اپنے آپ کو ایک خول میں بند کیا ہوا ہے۔

ماؤ پسند نکسل کمیونسٹ دانش ور کوبڈ گاندھی، دہلی کی تہاڑ جیل میں پھانسی کی سزا پا چکے۔ کشمیری نوجوان افضل گورو کے ساتھ کئی ماہ سیل میں قید رہے تھے۔ ان کا کہنا ہے کہ: 'افضل کے ساتھ گفتگو کے دوران پتا چلا کہ کمیونزم کے سماجی انصاف و برابری کا سبق تو اسلام ۱۴۰۰ سال قبل سنا چکا ہے'۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ اسلام کو تفرقوں اور علاقائی تنگ گلیوں سے باہر نکال کر اپنے کردار و اعمال سے ثابت کریں کہ اسلام کے افکار و نظریات ہی واقعی انسانیت کی معراج ہیں۔

ہندو آر ایس ایس اور اخوان المسلمون؟

ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی

بھارتی کانگریس پارٹی کے صدر راہل گاندھی نے اپنے دورۂ یورپ میں انٹرنیشنل انسٹی ٹیوٹ آف اسٹرے ٹیجک اسٹڈیز، لندن میں بھارتی ہندو انتہاپسند تنظیم 'راشٹریہ سویم سیوک سنگھ' (آر ایس ایس) کی پالیسیوں پر تنقید کرتے ہوئے کہا: ''آر ایس ایس ہندستان کا نیچر بدلنا چاہتی ہے۔ وہ ملک پر ایک مخصوص نظریہ تھوپنے کی خواہاں ہے۔ وہ نظریہ ایسا ہی ہے جیسا عرب دنیا میں اخوان المسلمون کا نظریہ ہے''۔

کانگریسی صدر کے اس بیان سے اخوان المسلمون کے بارے میں پیدا ہونے والی غلط فہمی کے ازالے کے لیے درج ذیل نکات قابلِ غور ہیں:

۱- عصرِ حاضر کے ہندستان میں جن لوگوں نے ہندو مذہب اور ہندو تہذیب کے احیا کی کوششیں کی ہیں، ان میں راجا رام موہن رائے، سوامی دیانند سرسوتی، ساورکر، لالہ لاجپت رائے، سوامی شردھانند اور مدن موہن مالویہ جیسے انتہاپسندانہ اور نسل پرستانہ سوچ کے حاملین خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ ان افراد نے مختلف تنظیمیں قائم کیں اور ان کے تحت اپنی سرگرمیاں انجام دیں۔ راشٹریہ سویم سیوک سنگھ (آر ایس ایس) نامی تنظیم بھی ہندو احیا پرستی کی علَم بردار ہے۔ اس کی تاسیس ۱۹۲۵ء میں ہیڈ گوار نے کی تھی۔ اس کے دوسرے سرچالک گول والکر تھے۔ انھوں نے ۱۹۴۰ء سے ۱۹۷۳ء تک اس کی سربراہی کی اور اپنی تحریروں کے ذریعے اس کی فکری بنیادیں استوار کیں۔ ان کی کتب: We or our Nationhood Defined اور Bunch of Thoughts میں وہ افکار تفصیل سے بیان کیے گئے ہیں، جن پر بعد میں آر ایس ایس کی نظریاتی بنیادیں استوار کی گئیں۔